بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

النبأ العظیم

(۱۸)

شادی بیاہ ایک امرِ طبعی ہے اور موت ایک امرِ ناگزیر وشدنی لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں نے ان دونوں چیزوں کو بھی اپنے لئے وبالِ جان اور ایک معصیت بنالیا ہے اور اس کی وجہ بجز اس کے کوئی اور نہیں کہ انھوں نے اسلامی تعلیمات، اسوۂ حسنہ نبویہ اور سلفِ صالحین کے تعامل کو پس پشت ڈال کر جاہلانہ معتقدات و مزعومات اور غیر اسلامی رسوم و روایات کی پیروی کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ اس دیندار طبقہ میں جو لوگ دولت مند اور صاحبِ ثروت ہیں ان کے دل میں یہ ہے کہ جب خدا نے ہمیں دیا ہے تو پھر ہم کیوں دھوم دھڑکے سے اپنی اولاد کی شادی نہ رچائیں اور اس موقع پر اپنے دل کے ارمان کیوں نہ نکالیں۔ یہ لوگ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں کہ شریعت نے ان تقریبات میں اخراجات کی حد بندی نہیں کی ہے اس لئے ہم جو کچھ بھی خرچ کریں ہمارے لئے مباح ہے۔ چونکہ غم و شادی کی تقریبات میں فضول خرچی... اور قسم قسم کی بے اعتدالیوں کا مرض عام ہے جس میں اچھے اچھے دین دار مسلمان مبتلا ہیں اور جس نے تمام معاشرہ کو فاسد اور گندہ کر رکھا ہے اس بنا پر ہم کسی قدر تفصیل سے اس پر گفتگو کریں گے کہ یہ وقت احتساب کا اور اس کے بعد اپنی تعمیر نو کا ہے۔ اگر اب بھی ہماری غفلت کوشی اور حق فراموشی کا عالم وہی رہا تو وقت ہمارے سنبھلنے کا انتظار نہیں کرے گا اور اپنا قافلہ لے کر آگے بڑھ جائے گا۔ پھر ہماری پسماندگی پر نہ آسمان روئے گا اور نہ زمین کے سینہ سے ہمارے لئے ایک آہ نکلے گی اور ہم اس چمنِ زارِ عالم میں خس و خاشاک کے ان تنکوں کے مانند ہوں گے جن کو تند و تیز ہواؤں نے اڑا کر کسی ویرانے میں لا ڈال دیا ہو۔

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیهم الامد فقست قلوبهم وکثیر منهم فسقون ۝

جو لوگ ایمان لے آئے ہیں کیا انکے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے سامنے اور جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں [1]

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس عقیدہ کے بارہ میں ہر مسلمان کا ذہن بالکل صاف ہونا چاہئے کہ کائنات کی ہر چیز کی طرح ہماری جان۔ اولاد۔ مال و منال۔ جاگیر اور جائداد ان سب کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ سب چیزیں ہم کو بطور امانت عطا فرمائی گئی ہیں۔ اس بنا پر ہم کو ان سے وہی کام لینے اور انہیں فوائد و منافع کے حاصل کرنے کا اختیار ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جائز کر دیا ہے اس سے سرمو تجاوز کرنا امانت میں خیانت ہوگا۔ ہم نہ ان چیزوں کو ضائع کر سکتے ہیں اور نہ ان کا غلط استعمال کر سکتے جان" ایک ایسی چیز ہے جو ہر انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہے اور جس کا مالک وہ بلا شرکت غیرے ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اضاعت نفس اور خودکشی حرام ہے اور اس کے لئے بڑی سخت وعید ہے معصیت۔ بے اعتدالی اور گناہ۔ خواہ کسی قسم کا ہو اس کے محرکات کا تجزیہ کیجئے تو ہر قسم کے قول و قرار اور اقرار کے باوجود اس کی تہہ میں ایک یہی جذبہ و احساس کارفرما نظر آئے گا کہ میرے اعضا میری دولت اور میری زندگی یہ سب میری ہیں اور اس لئے مجھے اختیار ہے کہ اس سے جو کام چاہوں لوں۔ یہ احساس شعوری ہو یا غیر شعوری بہر حال قطعاً غیر اسلامی اور ایمان کی ضد ہے کسی شخص کو اس سے دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ قرآن مجید میں اموال و انفس کی اضافت لوگوں کی طرف کی گئی ہے اور خدا نے اپنے آپ کو ان کا مشتری کہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم و اموالهم بیشک اللہ نے مومنوں سے انکی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے کیونکہ مستعار کی اضافت بھی مستعیر کی طرف ہو سکتی ہے۔ آپ ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں لیکن جب کسی کو پتہ بتانا ہوتا ہے یا کوئی اور ضرورت ہوتی ہے تو بے تکلف اسے "میرا مکان" بولتے ہیں۔ رہا خدا

[1] اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنکو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی لیکن جب ان پر مدت گزر گئی تو انکے دل سخت ہو گئے اور (اب) ان میں کثرت سے وہ لوگ ہیں جو راہ حق سے منحرف ہیں۔

تفریط میں بے اعتدالی ہو وہ بخل اور شح ہے اور اگر جانب افراط میں ہو تو اس کا نام اسراف اور تبذیر ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد درجہ مبغوض و مذموم اور اسی لئے ممنوع و حرام ہیں بخل کی نسبت ارشاد ہوا:

ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شرٌّ لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ (آل عمران)

اور جو لوگ اس دولت میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس کو اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے بہت برا ہے کیونکہ قیامت کے دن انہیں چیزوں کا جن کا وہ بخل کرتے تھے ان کو طوق پہنایا جائے گا۔

یعنی دنیا میں ان ظالموں نے اپنی دولت کو گلے کا ہار بنا رکھا تو اب آخرت میں بھی یہ ان کے گلے کا ہار رہیگی لیکن کیسا ہار؟ صحیح بخاری میں ہے: زہریلے سانپ کی شکل میں! یہی وعید کسی قدر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ایک دوسری آیت میں ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۝ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھٰذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۝ (توبہ)

اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو کار خیر میں خرچ نہیں کرتے آپ ان کو نہایت دردناک عذاب کا مژدہ سنا دیجئے یہ عذاب اسی دن ہوگا جبکہ ان کے اندوختہ کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ اور پھر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور کمر کو داغا جائے گا اور کہا جائیگا کہ لو! یہ ہے وہ چیز جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ تو اب اپنی اندوختہ چیز کو چکھو!!

بخل کا اصل سبب یہ ہے کہ بخیل مال سے اس درجہ محبت کرتا ہے کہ اس کی یہ محبت ہر چیز پر غالب آجاتی ہے وہ مال کو ہاتھ کا میل اور زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ اسے مقصود بالذات سمجھتا ہے۔ اس بنا پر قرآن مجید میں بار بار بخل کے اس سبب حقیقی کی سخت مذمت اور انسان کو اس کی اس کمزوری پر شدید تہدید کی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا: کلا بل لا تکرمون الیتیم ولا تحٰضون علیٰ طعام المسکین ۝

وتاکلون التراث اکلاً لماہ وتحبون المال حباً جماً ہ ترجمہ:۔ خبردار، تم لوگ نہ بن باپ کے بچہ کا لحاظ کرتے ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو غریب پروری پر آمادہ کرتے ہو اور وراثت کے مال کو بے تکلف ہضم کر جاتے ہو اور مال سے عشق رکھتے ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وانہ لحب الخیر لشدید ہ افلا یعلم اذا بعثر مافی القبور ہ وحصل ما فی الصدور ہ ان ربہم بہم یومئذ لخبیر ہ ترجمہ: اور بے شبہ انسان مال کی محبت میں بہت ہی سخت ہے۔ اچھا! تو کیا یہ اس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں کے مردے اٹھائے اور سینوں میں چھپائے بھید آشکارا کر دیئے جائیں گے، یاد رکھو! اس روز ان لوگوں کا آقا ان سے خوب واقف ہوگا۔

بخیل کی نفسیات سب سے الگ ہوتی ہیں۔ وہ پیسہ پیسہ پر جان دیتا ہے۔ اپنی پونجی کو بار بار گنتا ہے اور اپنی دولت کو گویا حیات جاوید کا ضامن سمجھتا ہے۔ قرآن کس بلیغ پیرایہ میں بخیل کے دل کا یہ کھوٹ فاش کرتا اور ساتھ ہی سخت وعید بھی دیتا ہے۔

الذی جمع مالاً وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ ہ کلا لینبذن فی الحطمۃ ہ ترجمہ: عظیم ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو مال جمع کر کے رکھتا ہے اور اسے گنتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو مرنے نہ دیگا۔ تو ہاں خوب سن لو۔ یہ شخص دوزخ کی آگ میں ضرور پھینکا جائے گا ایک اور جگہ ارشاد حق بنیاد ہوا

کلا انہا لظی ہ نزاعۃ للشوی ہ تدعوا من ادبر وتولی ہ وجمع فاوعی ہ ترجمہ: خبردار! دوزخ کی آگ تو اس بلا کی لپٹ ہے کہ وہ سر کی کھوپڑی تک ادھیڑ کر رکھ دے گی اور جن لوگوں نے حق سے روگردانی کی اور اسے پس پشت ڈالا اور جنہوں نے مال سینت سینت کے رکھا اور اسے خرچ نہیں کیا وہ آگ ان سب کو اپنی طرف کھینچ بلائے گی۔

بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں کہ عطف خاص علی العام کا مقصد خاص کی اہمیت جتانا ہوتا ہے۔ اس بنا پر "من ادبر وتولی" پر "جمع فاوعی" کو معطوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اعمال دالّ علی اللہ سے انحراف وسرتابی کی نشانی ہیں، بخل ان سب سے اہم ہے۔ چنانچہ سورہ مدثر کی جن آیات میں اہل دوزخ

کی باہمی گفتگو بیان کی گئی ہے ان میں بھی یہ بات صاف نمایاں ہے: کچھ لوگ اپنے ساتھیوں سے پوچھیں گے "تمہارے دوزخ میں آنے کا کیا سبب ہوا؟" یہ جواب میں کہیں گے: "ہم نمازی نہیں تھے اور ہم غریبوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم کٹ حجتی کرتے تھے اور ہم روز حساب و کتاب کی تکذیب کرتے تھے" ان آیات میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ آخری آیت "وکنا نکذب بیوم الدین" کا عطف آیات سابقہ پر عطفِ بیان ہے یعنی تکذیب بیوم الدین الگ کوئی صفت نہیں بلکہ اس سے قبل جو تین اعمال بیان کئے گئے ہیں انہیں کو روزِ حساب و کتاب کا انکار کہا گیا ہے اور ان میں ایک عمل بخل بھی ہے۔ ظاہر ہے یہ تکذیب زبان سے نہیں بلکہ عمل سے ہے اور مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بخیل ہے وہ گویا حشر و نشر کا قائل ہی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ اس کے لئے جہنم کے شدید عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے۔

یہ رذیلت بخل کا ذکر تھا جو قوتِ شہوی کی تفریط سے پیدا ہوتی ہے۔ اب اسراف اور تبذیر یعنی فضول خرچی اور بے موقع خرچ کرنے کی صفت کو لیجئے جو اس قوت کی افراط سے پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے جو مذمت اور جو وعید بخل کے لئے بیان کی ہے وہی اس کے مقابل کیلئے بیان فرمائی ہے۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہے:-

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔

اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو بے شبہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔

شادی بیاہ اور مرنے جینے کی کسی تقریب کا کیا ذکر! اسراف تو اللہ کے نزدیک اس درجہ مبغوض ہے کہ عبادات اور کار ہائے خیر میں بھی گوارا نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

کلوا من ثمرہ اذا اثمر وآتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔ (انعام)

درخت میں جب پھل آجائیں تو تم کھاؤ اور جب فصل کٹے تو اسکا جو حق ہے وہ ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک اللہ فضول خرچی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا

مشہور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی پوری جائداد اللہ کے لئے وقف کرنی چاہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی اجازت نہیں دی اور فرمایا "تیری اپنی جان اور تیرے اہل و عیال کا بھی تو تجھ پر حق ہے۔" اب اس شخص نے جائداد نصف کر دی تو حضور نے اس کی بھی اجازت نہیں دی اور وہی فرمایا جو پہلے فرمایا تھا لیکن اس کے بعد جب اس شخص نے ایک تہائی جائداد کا ذکر کیا تو آپ نے اس کی اجازت عطا فرما دی۔ قرآن مجید

کی ایک اور آیت میں مصارف خیر کا ذکر ہے لیکن ساتھ ہی فضول خرچی کی ممانعت بھی ہے: وآت ذاالقربیٰ حقہٗ والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطٰن لربہٖ کفورا۔ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور رشتہ دار، غریب اور مسافران سب کو ان کا حق ادا کرتے رہو اور فضول خرچی نہ کرو بے شبہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا سخت ناشکرا ہے۔ جو لوگ شیطان کے بھائی ہوں اور اللہ ان کو ناپسند کرتا ہو۔ ظاہر ہے ان کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا اور کہاں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسکو صراحت کے ساتھ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا: وان المسرفین ھم اصحٰب النار (المومن) ترجمہ: اور حد سے تجاوز کرنیوالے ہی تو دوزخ والے ہیں۔" جب اسراف اور بخل دونوں صفت کفر اور اسی لئے مستوجب عذاب ہوئیں تو اب لامحالہ جو ان کے درمیان کا راستہ ہے وہ ایمان کا طریقہ ہوگا۔ چنانچہ سورۃ الفرقان میں اس کی صریح نشاندہی کی گئی ہے۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔ ترجمہ: اور یہ (مومنین) جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کھینچ تان برتتے ہیں بلکہ اعتدال اور میانہ روی سے کام لیتے ہیں۔

آہ! ہم کتنے بے خبر اور غافل ہیں کہ کتاب الٰہی کی ان تصریحات اور وعدہ وعید کے باوجود اپنی من مانی کرنے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام و ہدایات پر عمل کرنے کا جذبہ ہماری خواہشات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "آج بھی لوگ شادی بیاہ اور خوشی و غم کی تقریبوں میں اس قسم کی فضول خرچیوں کے مرتکب ہوتے ہیں وہ قرآن کی اصطلاح میں شیطان کے بھائی کہلائے گئے۔" (سیرت النبی ج ۶ ص ۲۱۳) یہاں تک کہ جو گفتگو اسراف و تبذیر پر ہوئی ہے وہ دراصل ان کے رذیلت اخلاقی کی حیثیت سے ایک عام گفتگو تھی لیکن شادی بیاہ کی تقریبات میں جو فضول خرچی ہوتی ہے مختلف اعتبارات سے اس کی نوعیت ایک خاص قسم کی ہے جس کے باعث اس کے اثرات بد کسی ایک شخص یا گھرانہ تک محدود نہیں رہتے بلکہ پوری سوسائٹی اور معاشرہ کو متاثر کرتے ہیں اور اس کی قباحت و شناعت یک گونہ نہیں بلکہ چند در چند ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ فضول کی اس نوع خاص پر مستقل گفتگو کی جائے اور اسکی ہیئت ترکیبی کا تجزیہ کر کے اس کے ہر ہر جز کی ضرر رسانی پر روشنی ڈالی جائے۔ اس کے بعد ہم اس پر گفتگو کریں گے کہ میانہ روی جس کو قرآن "وکان بین ذالک قواما" کہتا ہے وہ کیا ہے؟